مسجد اقصیٰ پر بھی قبضہ کرنے کی اسرائیلی کوششیں

عبید اللہ عابد

اسرائیل ایک عرصہ سے مختلف انداز میں مسلمانوں کو مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے سے روکتا رہا ہے۔ فوٹو: فائل

جولائی کے وسط سے ناجائز ریاست اسرائیل کی فورسز اور مقبوضہ فلسطین کے باشندوں کے درمیان جھڑپوں اور مظاہروں کے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ کشیدگی میں اُس وقت اضافہ ہوا جب مشرقی بیت المقدس (یروشلم) کے پرانے شہر میں اسرائیل نے مسجد اقصیٰ کے کمپاؤنڈ کو بند کر دیا۔ یہ بندش 1969ء کے بعد پہلی بار ہوئی ہے۔

یاد رہے کہ ماہ رواں کے وسط میں ہونے والی اس بندش سے پہلے اسرائیلی فورسز اور فلسطینیوں کے درمیان مسلح جھڑپ ہوئی تھی۔ 14 جولائی، جمعۃ المبارک کے روز ہونے والے اس واقعہ میں دو اسرائیلی پولیس اہلکار ہلاک جبکہ تین فلسطینی شہید ہوئے۔ چنانچہ اسرائیلی فورسز نے اسی روز مسجد اقصیٰ کے کمپاؤنڈ کو نماز جمعہ کے لئے بند کر دیا۔ اگلے اتوار کے روز نئے انتظامی قواعد وضوابط کے ساتھ مسجد کا کمپاؤنڈ کھول دیا، اب میٹل ڈیٹیکٹرز نصب کئے گئے تھے جبکہ ہال کے داخلی دروازوں پر نصب کیمروں کی تعداد میں بھی اضافہ کر دیا گیا۔ فلسطینیوں نے نئے انتظامات کی واپسی تک مسجد کے کمپاؤنڈ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ ایک ہفتہ سے زائد عرصہ تک احتجاجاً مسجد کے صحن ہی میں نماز ادا کرتے رہے۔ ان کا موقف تھا کہ اسرائیل مسجد پر اپنا کنٹرول قائم کرنے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے۔

اگلے جمعۃ المبارک (21 جولائی) کو ہزاروں کی تعداد میں فلسطینی مسجد اقصیٰ کے 'باب الاسباط' کے باہر جمع ہوئے۔ یہ پرانے شہر کی طرف سے داخل ہونے کا راستہ ہے۔ یہ سب فلسطینی پُرامن تھے اور مسجد پر اسرائیلی فورسز کے قبضے کے خلاف احتجاج کر رہے تھے لیکن فورسز نے ان پر دھاوا بول دیا۔ نتیجتاً سینکڑوں فلسطینی زخمی ہوئے۔ بعدازاں مشرقی بیت المقدس اور مغربی کنارے میں چار فلسطینیوں کو گولیوں سے بھون دیا گیا۔ ان میں سے ایک فلسطینی ایک یہودی کی نفرت کا نشانہ بنا۔

مسجد اقصیٰ کا کمپاؤنڈ کیوں اس قدر زیادہ اہم ہے؟

کمپاؤنڈ مقبوضہ بیت المقدس کے پرانے شہر سے متصل ہے۔اسے اقوام متحدہ کا ادارہ 'یونیسکو' عالمی ورثہ قرار دے چکا ہے۔ یہ تینوں ابراہیمی مذاہب اسلام، یہودیت اور عیسائیت کے لئے اہم ہے۔ 1967 میں جب سے اسرائیل نے پرانے شہر سمیت مشرقی بیت المقدس، مغربی کنارے اور غزہ پر قبضہ کیا، ہر کوئی مقدس سرزمین کے اس ٹکڑے کو حاصل کرنے کی کوشش میں ہے۔اگرچہ یہاں لڑائی کے واقعات ناجائز ریاست اسرائیل کے قیام سے بھی پہلے سے ہو رہے ہیں۔

کا نام دیتے ہیں۔ مسجد کا Temple Mount چاندی سے مزین گنبد کے نیچے یہ 35 ایکڑ کا کمپاؤنڈ ہے۔ مسلمان اسے 'الحرم الشریف' جبکہ یہودی

سن 1947ء میں اقوام متحدہ نے تاریخی علاقے فلسطین کو دو ریاستوں میں تقسیم کا منصوبہ بنایا۔ان دنوں یہ علاقہ برطانیہ کے کنٹرول میں تھا۔ایک حصہ یہودیوں کو دینے کا فیصلہ کیا گیا جن کی بڑی تعداد یورپ سے آئے تھے اور دوسرا حصہ فلسطینیوں کو دیا جانا تھا۔یہودیوں کو علاقے کا 55 فیصد حصہ دیا گیا جبکہ فلسطینیوں سے کہا گیا کہ وہ باقی ماندہ 45 فیصد پر اپنی ریاست قائم کر لیں۔ مشرقی بیت المقدس جہاں مسجد اقصیٰ کا کمپاؤنڈ واقع ہے، اقوام متحدہ کے زیر انتظام ہے۔اسے یہ خاص مقام و مرتبہ تینوں بڑے مذاہب کے لئے اہم ہونے کے باعث ملا۔

اسرائیل کے قیام کے بعد پہلی عرب اسرائیل جنگ چھڑ گئی۔اس کے نتیجے میں اسرائیل نے 78 فیصد علاقے پر قبضہ کر لیا، مغربی کنارے، مشرقی بیت المقدس اور غزہ مصری اور اردنی کنٹرول میں آگئے۔ دوسری عرب اسرائیل جنگ (1967ء) کے نتیجے میں اسرائیل نے باقی ماندہ فلسطین کے مزید کئی علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔اس میں مشرقی بیت المقدس، پرانا شہر اور الاقصیٰ بھی شامل تھے۔ مشرقی بیت المقدس اور پرانے شہر پر اسرائیلی قبضہ متعدد بین الاقوامی قوانین کی واضح خلاف ورزی ہے جن کے مطابق قابض قوت کو مقبوضہ علاقے میں خود مختاری نہیں مل سکتی۔

جوں جوں سال گزرتے رہے، اسرائیلی حکومت قدیم شہر اور مشرقی بیت المقدس کو صیہونی ریاست کا حصہ بنانے کے لئے آگے سے آگے بڑھتی رہی۔ 1980ء میں اسرائیل نے ایک قانون پاس کیا، جس میں بیت المقدس کو مکمل طور پر اسرائیل کا دارالحکومت قرار دیدیا گیا۔ یہ بھی بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی تھی۔آج دنیا میں کوئی بھی ملک بیت المقدس کو اسرائیل کی ملکیت تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اس کا جغرافیہ تبدیل کرنے کی اسرائیلی کوششوں کو جائز قرار دیتا ہے۔

بیت المقدس شہر میں مقیم فلسطینیوں کی تعداد قریباً چار لاکھ ہے۔ وہ یہاں پیدا ہوئے ہیں لیکن انھیں یہاں کی شہریت حاصل نہیں ہے۔انھیں صرف یہاں رہنے کی اجازت ہے۔ حالانکہ وہ زمانہ قدیم سے نسل در نسل یہاں آباد ہیں۔ دوسری طرف جو یہودی یہاں پیدا ہوئے ہیں، انھیں فوراً شہریت مل جاتی ہے۔ سن 1967ء سے اسرائیل مختلف انداز سے فلسطینیوں کو یہاں سے نکل جانے پر مجبور کرتا رہا ہے۔ان کے لئے طرح طرح کی مشکلات کھڑی کرتا رہا ہے۔ اسی طرح وہ مشرقی بیت المقدس میں کم از کم 12 یہودی بستیاں بسا چکا ہے جہاں کم از کم دو لاکھ یہودیوں کو آباد کیا گیا ہے۔ دوسری طرف اگر فلسطینی گھر تعمیر کریں تو انھیں مسمار کر دیا جاتا ہے۔

مسجد اقصیٰ کی مذہبی اہمیت

مسلمانوں کے لئے مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ تیسرا سب سے مقدس مقام ہے۔ یہاں سے ہی رسول اکرم ﷺ آسمانوں کے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ یہودی کہتے ہیں کہ یہاں ہیکل سلیمانی تھا۔ دوسری طرف اسرائیل کے رِبّیوں (یہودی علما) کا ادارہ یہودیوں کو مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے اور وہاں عبادت کرنے سے منع کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں مقدس ترین 'سینا گوچ' (بنیادی پتھر) ہے جس پر پاؤں رکھنے سے اس کا تقدس پامال ہوتا ہے۔ جو ایسا کرتا ہے، وہ عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مسجد کے کمپاؤنڈ کی مغربی دیوار کو یہودی 'دیوار گریہ' کہتے ہیں۔ ان کے بقول 70ء کی تباہی سے ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار کا کچھ حصہ بچا ہوا ہے جہاں دو ہزار سال سے یہودی زائرین آکر رویا کرتے تھے۔ یہودی روایات کے مطابق دیوار گریہ کی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام نے کی تھی۔ موجودہ دیوار گریہ اسی دیوار کی بنیادوں پر قائم کی گئی تھی۔ یاد رہے کہ مسلمان اسے 'دیوار براق' کہتے ہیں۔ شب معراج میں براق یہاں آکر رکی تھی۔

سن 1967ء میں اردن اور اسرائیل کے مابین معاہدہ طے پایا کہ مسلمانوں کا ادارہ 'وقف' مسجد اقصیٰ کا اندرونی نظام سنبھالے گا جبکہ اسرائیل بیرونی سیکورٹی کی ذمہ داریاں ادا کرے گا۔ غیر مسلم یہاں مخصوص اوقات میں آسکتے ہیں لیکن یہاں عبادت نہیں کریں گے۔ تاہم اب بعض یہودی تنظیمیں مسجد اقصیٰ میں یہودیوں کے داخلے پر پابندی کی اسرائیلی پالیسی کو چیلنج کر رہی ہیں۔ یہ تنظیمیں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی علمبردار ہیں، اسرائیلی حکومت کے بعض عہدیدار انھیں فنڈز بھی فراہم کرتے ہیں حالانکہ حکومت یہاں سٹیٹس کو برقرار رکھنے کی باتیں کرتی ہے۔

آجکل اسرائیلی فورسز فلسطینی علاقوں میں آکر بسنے والے یہودیوں کو مسجد اقصیٰ میں داخلے کی اجازت دے رہی ہیں، بعض گروہ سینکڑوں یہودیوں پر مشتمل ہوتے ہیں جو اسرائیلی فورسز کی مکمل حفاظت میں یہاں آتے ہیں۔ فلسطینی خوفزدہ ہیں کہ اسرائیل مسجد اقصیٰ کے مکمل کنٹرول کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سن 1990ء میں ایک یہودی تنظیم نے اعلان کیا تھا کہ وہ قبۃ الصخرہ میں ہیکل سلیمانی کا سنگ بنیاد رکھے گی۔ اس کے نتیجے میں فسادات کی ایک بڑی لہر پیدا ہوئی جس میں اسرائیلی پولیس نے 20 فلسطینیوں کو شہید کر دیا تھا۔

سن 2000ء میں اسرائیلی سیاست دان ایریل شیرون 1000 پولیس اہلکاروں کے ساتھ مقدس مقام میں داخل ہوا۔ یہ ایک اشتعال انگیز اقدام تھا۔ حالانکہ ان دنوں امریکی امن کوششوں کے نتیجے میں اُس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم ایہود باراک اور فلسطینی رہنما یاسر عرفات اس سوال کا جواب تلاش کر رہے تھے کہ مقبوضہ بیت المقدس کو کیسے فریقین کے درمیان تقسیم کیا جائے۔

شیرون کے مسجد اقصیٰ میں داخلے سے دوسری تحریک انتفاضہ شروع ہوگئی جس میں کم از کم 3000 فلسطینی شہید ہوگئے۔ گزشتہ مئی میں صہیونی ریاست کیمشرقی بیت المقدس پر قبضہ کو 50 سال مکمل ہوئے،اس پر اسرائیلی کابینہ کا اجلاس مسجد اقصیٰ کے نیچے تعمیر سرنگوں میں منعقد ہوا۔یوں اسرائیل نے مسلمانوں کو ایک واضح پیغام دیا کہ وہ بیت المقدس کا مکمل کنڑول حاصل کرے گا۔یہ بھی ایک اشتعال انگیزی تھی۔

اسرائیل ایک عرصہ سے مختلف انداز میں مسلمانوں کو مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے سے روکتا رہا ہے۔اس نے 2000ء کی دہائی میں ایک دیوار بھی تعمیر کی تھی تاکہ فلسطینیوں کو مغربی کنارے سے اسرائیل میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ مغربی کنارے کے 30 لاکھ فلسطینیوں میں سے صرف ایک مخصوص عمر تک کے لوگوں کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے مقبوضہ بیت المقدس کی طرف جانے کی اجازت ہے۔ان سے کم عمر کے لوگوں کو وہاں جانے کے لئے اسرائیلی حکام سے پرمٹ لینا پڑتا ہے،تاہم اسے حاصل کرنا ناممکن کی حد تک مشکل کام ہے۔یہ پابندیاں مغربی کنارے اور مقبوضہ بیت المقدس کے درمیان چیک پوائنٹس پر اکثر اوقات گاڑیوں کی طویل قطاروں اور سخت کشیدگی کا باعث بن جاتی ہیں۔مقبوضہ بیت المقدس میں نماز کی ادائیگی کے لئے جانے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ میٹل ڈیٹیکٹرز سمیت اسرائیلی حکام کے نئے انتظامات کو اس مقدس مقام پر مزید کنڑول حاصل کرنے کی کوشش کے طور پر دیکھا جارہا ہے۔اسی طرح یہ مذہبی عبادات کی آزادی سلب کرنے کا ایک اقدام بھی ہے۔عبادات کی آزادی کو بین الاقوامی قانون کے مطابق تحفظ حاصل ہے۔ فلسطینی صدر محمود عباس نے کہا ہے کہ مسجد اقصیٰ میں حالیہ کشیدگی کے باعث فلسطینی قیادت نے اسرائیل سے ہر قسم کے تعلقات معطل کردیئے ہیں۔انھوں نے کہا ہے کہ اسرائیل جب تک نئے حفاظتی اقدامات واپس نہیں لیتا،تعلقات بحال نہیں ہوں گے۔

حالیہ کشیدگی گزشتہ دو برسوں سے مسجد اقصیٰ کے نزدیک کشیدگی بار بار پیدا ہو جاتی ہے۔سن 2015ء میں ایک یہودی تہوار کے موقع پر سینکڑوں یہودی مسجد میں گھس گئے،نتیجتاً جھڑپیں شروع ہوگئیں۔ایک سال پہلے یہودی سیاحوں نے رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں بھی مسجد اقصیٰ میں گھسنے کی کوشش کی،یہ حرکت روایات کے بالکل برعکس تھی۔کشیدگی کے زیادہ تر واقعات محض اس لئے رونما ہوئے کہ اسرائیلی آباد کار مسجد کے اندر اپنی عبادت کرنے پر بضد تھے۔حالیہ دو ہفتوں کے دوران اسرائیلی فورسز نے نئی پابندیوں کے خلاف احتجاج کرنے والوں پر سیدھی گولیاں چلائیں،آنسو گیس پھینکی اور سٹیل کی گولیاں بھی استعمال کیں۔یاد رہے کہ اسرائیلی حکام نے 50 سال سے کم عمر فلسطینیوں کے مسجد اقصیٰ میں داخلہ پر بھی پابندی عائد کی ہے۔احتجاج کے بعد اسرائیل نے پولیس اور بارڈر سیکورٹی یونٹ کے 3000 اہلکاروں کو مسجد کے ارد گرد متعین کیا ہوا ہے۔

'الاقصیٰ' فلسطین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے تاہم یہ اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان تنازعہ کی بڑی علامت ہے۔اگرچہ مسجد مسلمانوں کے لئے خاص طور پر اہم ہے تاہم فلسطینی عیسائی بھی اسرائیل کے توسیع پسندانہ اقدامات کے خلاف احتجاج میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ فلسطینی

وزیر خارجہ کی سابقہ قانونی مشیر یریٰ جلاجل کا کہنا ہے: " حرم الشریف کے مسئلہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مقبوضہ بیت المقدس میں فلسطینیوں کو کس قدر ناانصافی اور جبر کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔" یہی وجہ ہے کہ غصہ اور مزاحمت مسلسل تیز ہو رہی ہے

مسجد اقصیٰ میں ہونے والے حالیہ واقعات کے نتیجے میں احتجاج کا دائرہ مغربی کنارے اور غزہ تک پھیل گیا ہے۔ فلسطینیوں پر پابندیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جبکہ یہودی تنظیمیں اپنے کارکنوں کو مسجد میں عبادت کرنے کے لئے مسلسل بلا رہی ہیں۔ بعض فلسطینی خدشہ ظاہر کر رہے ہیں کہ اسرائیل مسجد اقصیٰ کو تقسیم کرنے والا ہے۔ مسجد کا انتظام چلانے والے 'وقف' کی طرف سے موقف سامنے آیا ہے کہ اسرائیل کی طرف سے نئے اقدامات کی واپسی میں جس قدر تاخیر ہو گی، حالات اسی قدر سنگین ہوں گے